ناول

فائزہ افتخار

دسویں اور آخری قسط

ام ہانی بستر تہ کر رہی تھی۔۔۔ اگرچہ سلمیٰ اسے کسی کام کو ہاتھ تک نہ لگانے دیتی تھی۔ لیکن پھر بھی اس سے جو بن پڑتا تھا وہ کر گزرتی تھی۔

سلمیٰ کی حالت بھی تو اب ایسی نہیں تھی کہ وہ بھاگ دوڑ کے گھر کے کام بھی نمٹائے اور بچوں کو بھی دیکھے۔ ام ہانی نے اس کے نہ نہ کرتے رہنے پر بھی نا محسوس طریقے سے کتنے ہی کام اپنے ذمے لے لیے تھے۔ خاص طور پہ بچوں کو تو وہ اپنے ساتھ ہی لگائے رکھتی۔۔۔ اس سے خود اس کا دل بھی بہلا رہتا تھا۔

"تو پھر آ گیا خدا بخش؟"

کھلی کھڑکی سے اسے سلمیٰ کی آواز آئی۔ جو صحن میں بیٹھی آنے والے مہمان کے لیے ننھا سا کرتا سی رہی تھی۔

"کتنی بار کہا ہے کچھ چاہیے ہو تو مجھے کہلوا بھیجا کرے میں بچے کے ہاتھ بھجوا دیا کروں گی۔"

"مجھے کیا چاہیے ہو گا بھلا۔۔۔ روٹی پانی۔۔۔ چائے سب کچھ خود ہی تو ڈیرے پہ پہنچا دیتی ہے۔۔۔ بچے بھی صبح شام وہاں آ کے مل لیتے ہیں۔۔۔ لیکن میرا دھیان تو تجھ میں اٹکا ہے۔ بس تجھے ایک نظر دیکھنے آ گیا۔" ام ہانی کے کھیس تہ کرتے ہاتھ رکے۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ اب دیکھ لیا مجھے۔۔۔ ہو گئی تسلی؟ اب تو جا ڈیرے پہ۔"

"کیسے ہو گی تسلی؟ تو پورے دنوں سے ہے۔ تجھے کسی بھی وقت میری ضرورت پڑ سکتی ہے سلمیٰ۔"

"آئے ہائے۔۔۔ دیوار سے دیوار ملی ہے۔ اور سارے پڑوسی ہی اتنے اچھے اور خیال رکھنے والے ہیں۔ وقت آئے گا تو ماسی دوڑی آئے گی ایک آواز پہ۔۔۔ تو سمجھتا کیوں نہیں خدا بخش۔۔۔ ایک ہی کمرے کی چھوٹی سی کوٹھڑی ہے ہماری اور بی بی عدت سے ہے تیرا یہاں آنا جانا ٹھیک نہیں ہے۔"

اور سلمیٰ کی اس بات سے ام ہانی پہ کھلا کہ خدا بخش کے شب و روز ڈیرے پہ کیوں بسر ہو رہے ہیں آج کل، ورنہ وہ اسے معمول کی بات سمجھ رہی تھی کہ شاید خدا بخش اپنی فصل کی کٹائی کے دنوں میں وہیں وقت زیادہ گزارتا ہو گا۔

"میں سب سمجھتا ہوں سلمیٰ مجھے بھی اس بات کا خیال ہوتا ہے کہ میری وجہ سے بی بی کی بے پردگی نہ ہو۔۔۔ مگر۔۔۔" خدا بخش کے لہجے میں عجیب سی بے چارگی محسوس کر کے سلمیٰ کو فکر لاحق ہو گئی۔

"سن۔۔۔ وہاں ڈیرے پہ زیادہ ٹھنڈ تو نہیں۔ تجھے ایک اور رضائی دوں؟"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں میں رات کو الاؤ جلا لیتا ہوں۔ ہاں تجھے کسی چیز کی ضرورت نہ پڑے اس لیے پوچھنے چلا آتا ہوں۔"

"ہاں ویسے۔۔۔ ضرورت تو ہے دودھ اور چینی ختم ہے۔ دے دے گا راشن والا؟ پہلے ہی کافی ادھار چڑھ گیا ہو گا۔"

"دے دے گا۔۔۔ دید لحاظ والے لوگ ہیں سب وہ بھی جانتا ہے ہمیں ادھار سودا لینے کی عادت نہیں یہ تو مہمان ہیں گھر میں۔۔۔ تو میں لا دیتا ہوں ابھی۔"

وہ تو چلا گیا اور ام ہانی کچھ پریشان۔۔۔ کچھ شرمندہ سی

ہاتھ میں رکھے کھیس کو ایک جانب رکھ کے سر نیہوڑا کے وہیں بیٹھ گئی۔

یوں کسی پہ ان چاہا بوجھ بن جانے کا تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ ✡ ✡ ✡

"ہنی... کہاں ہو تم؟"

میں سارے دن کی تلاش کے بعد تھکا ہارا کمرے میں داخل ہوا تو ام ہانی کی تصویر کے سامنے رک کر شکوہ کیے بغیر رہ نہ سکا۔

"کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا میں نے تمہیں... اور کہاں کہاں ڈھونڈوں، کہاں چھپ گئی ہو تم... اور کیوں؟ کس بات کی سزا دے رہی ہو مجھے... صرف تمہیں چاہنے کی۔ یقین کرو ہنی، میں وعدہ خلاف نہیں ہوں اور تم سے کیا عہد توڑنے کا تو سوچ بھی نہیں سکتا، تمہاری خوشی کے لیے میں کرلیتا تانیہ سے شادی... لیکن یہ وعدہ پورا کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اس

میں میرا کوئی قصور نہیں ہنی مجھے سزا مت دو.... مت دو مجھے سزا۔"

اس کا نام پکارتے پکارتے میں نیند کی اس وادی میں اتر گیا.... جہاں مجھے اسے پھر سے تلاش کرنا تھا۔ مارے مارے پھرنا تھا۔ اسے پکارتے ہوئے۔

خواب میں بھی....

☼ ☼ ☼
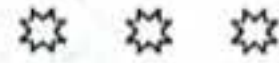
اون اور سلائیوں سے منا سا موزہ بنتے ہوئے، سلمیٰ کے چہرے پہ ممتا بھری مسکراہٹ کی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ جو اس کے سانولے پن کو اتنی الوہی چمک دے رہی تھی کہ ام ہانی نے زیر لب ماشاء اللہ پڑھتے ہوئے فوراً" نظر پھیرلی.... اور آگے بڑھ کے اس کی جھولی میں اپنی طلائی چوڑیاں رکھیں....

وہ حیرت کے مارے اچھل ہی پڑی۔

"یہ کیا بی بی؟"

"میں تم پہ بہت بوجھ بن گئی ہوں سلمیٰ۔" اب وہ اپنے گلے سے چین اتار رہی تھی۔

"اپنی پریشانیوں میں ایسی گم رہی کہ اس بات کا احساس تک نہ ہوا.... تم بس یہ زیور بیچ دو.... جب تک میں عدت میں ہوں اپنے لیے کچھ کرنے کے قابل نہیں ہو سکتی تم انہیں بیچ کے میرے اخراجات پورے کر سکتی ہو۔"

کتنی ہی دیر تک تو سلمیٰ حیرت سے منہ کھولے اسے تکتی رہی۔ پھر گھبرا کے اپنی جھولی میں پڑی چوڑیاں دوبارہ سے پہنانے لگی۔

"توبہ توبہ.... ایسا نہ کہیں بی بی.... وہ دن آنے سے پہلے میں مر نہ جاؤں.... جو آپ کے زیور بیچ کے آپ کو دو لقمے کھلانے پڑیں.... آپ کا بھلا کیا بوجھ ہے اور کیا خرچا سارے دن میں گن کے دو نوالے لیتی ہیں آپ۔"

"مگر میری وجہ سے تمہارا شوہر بھی تو تین راتوں سے گھر سے باہر ہے۔ اتنی سردی میں۔" وہ مزید شرمسار ہو گئی۔

مگر سلمیٰ نے بے پروائی سے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہائے تو کیا ہوا بی بی.... مرد ذات ہے.... سردی سے پگھل نہیں جائے گا۔ وہاں ڈیرے پہ پکی کوٹھڑی ہے۔ کوئی ننگے آسمان تلے نہیں سوتا اور الاؤ بھی جلا لیتا ہے رات کو.... پھر.... فصل کی رکھوالی بھی ہو جاتی ہے۔ اسی بہانے آپ کی عدت کا بھی تو خیال رکھنا ہے۔ آپ یہ چوڑیاں اب دوبارہ نہیں اتاریں گی.... بس۔"

"عدت ختم ہوتے ہی میں کوئی ملازمت کر لوں گی۔"

"لیں.... بھلا اس گاؤں میں آپ کو کیا ملازمت ملے گی بی بی.... میری اوقات نہیں ہے آپ کو نصیحت کرنے یا مشورہ دینے کی.... لیکن پھر بھی چھوٹا منہ بڑی بات کروں؟ آپ حویلی چلی جائیں.... نہ نہ.... مجھے آپ کا وجود بھاری نہیں۔ لیکن بی بی، عزت اپنوں میں ہی ہوتی ہے۔"

"چلی جاؤں گی سلمیٰ.... میں نے کہا نا.... کچھ وقت لگے گا۔ ابھی گئی تو وہ پھر سے مجھے مجبور...."

گھبرا کے ام ہانی نے بات ادھوری چھوڑی.... وہ کیا کہنے جا رہی تھی سلمیٰ سے، مگر سلمیٰ نے شاید اس کی ادھوری بات پہ دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ وہ تو یکایک درد سے دہری ہو رہی تھی۔

"بی بی.... ہائے۔" اس کی سفید پڑتی رنگت دیکھ کے ہانی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"کیا ہوا سلمیٰ؟"

"بی بی ذرا برابر سے ماسی کو بلانا۔"

☼ ☼ ☼

کتنے ہی دن ہو گئے تھے سالار دفتر جاتا تھا.... نہ کمرے سے نکلتا تھا۔ اماں دن میں دوبار کئی کئی گھنٹے دستک دینے کے بعد اگر کبھی دروازہ کھلوانے میں کامیاب ہو بھی جاتیں اور زبردستی اس کے سامنے کھانے کی ٹرے رکھ ہی آتیں تو اگلے دن وہ ٹرے جوں کی توں واپس لے جاتے ہوئے ان کا کلیجہ کٹ جاتا۔

وہ چوبیس گھنٹے نشے میں دھت اوندھا پڑا رہتا تھا۔ نہ کسی سے کلام کرتا تھا نہ نظر اٹھا کے ہی ان کی جانب دیکھنا گوارا کرتا تھا۔

آج دل کڑا کر کے اماں نے اس سے دوٹوک بات کرنے کی ٹھان ہی لی۔

"غصہ ہوگا تو ہوتا رہے بھلے۔۔۔ اسی بہانے اس کی چپ تو ٹوٹے۔ بھلے مجھ پہ چلائے۔۔۔ کمرے کی چیزیں اٹھا اٹھا کے پھینکے توڑ پھوڑ کرے مجھے برا بھلا کہے۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر کچھ تو بولے۔"

"سالار۔" انہوں نے بیڈ پہ اوندھے گرے سالار کو مخاطب کیا۔

"تم ناراض تو ہو گے ہی کہ میں تمہارے بار بار کہنے کے باوجود واپس امریکہ کیوں نہیں جا رہی۔ اب بے شک یہ جاننے کے بعد مزید ناراض ہو جاؤ کہ میں نے تمہیں چھوڑ کے وہاں جانے کا ارادہ ٹالا نہیں۔۔۔ بلکہ بالکل ہی ترک کر دیا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ ذرا رکیں۔ توقع تھی وہ پلٹ کے ان پہ برسے گا۔

زبردستی انہیں اپنی زندگی سے دور چلے جانے کا کہے گا۔ مگر وہ خاموش تھا۔ جیسے اب اسے ان کے ہونے نہ ہونے سے بھی کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔

جیسے وہ جان گیا ہو اب اس نے عمر بھر ہجوم میں بھی تنہا ہی رہنا ہے۔

"سالار' جانتی ہوں تم ناراض ہو مجھ سے۔" وہ آگے بڑھیں۔

"میرا وجود تمہیں اپنے آس پاس گوارا نہیں ہے۔۔۔ مگر میں تو تم سے نفرت نہیں کرتی نا' کر بھی نہیں سکتی۔ میں تمہیں اس حال میں چھوڑ کے کیسے جا سکتی ہوں۔"

وہ اس کے پاس بیٹھ گئیں اور بہت دھیرے سے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔

ذہنی طور پہ تیار ہی تھیں کہ کب وہ ان کا ہاتھ زور سے جھٹک دے۔۔۔ لیکن خلاف توقع سالار نے یہ بھی نہ کیا' تو ان کی ہمت بڑھی۔

"سالار لوٹ آؤ زندگی کی جانب۔۔۔ میرے لیے نہ سہی اپنے لیے۔" اور اس کا شانہ ذرا سا ہلانا چاہا تو وہ کسی بے جان ہلکے سے وجود کی طرح لڑھک کے دوسری جانب ہو گیا۔

"سالار۔۔۔" وہ زور سے چلائیں اور وحشت زدہ سی ہو کے اس کی ادھ کھلی ویران بنجر آنکھوں کو دیکھنے لگیں اور پپڑی زدہ سفید ہونٹ۔۔۔

"سالار۔۔۔" وہ اس کے دھڑکن سے محروم سینے پہ سر رکھ کے رونے لگیں۔

☼ ☼ ☼

رات کا دوسرا پہر تھا۔ سلمٰی برابر والی ماسی جو دایہ بھی تھی' اس کے ساتھ کب کی اس اکلوتے کمرے میں بند زندگی اور موت سے لڑ رہی تھی اور فکر مند سی ام ہانی اس کے دونوں بچوں کے ہمراہ صحن میں بھی دعائیں مانگتی۔ کبھی بچوں کو بہلاتی۔ کمرے سے کسی نئی زندگی کی پہلی آواز سننے کی منتظر تھی۔ سلمٰی کے چھوٹے والے گود کے بچے کو تو تھپک تھپک کے اس نے سلا ہی دیا تھا۔۔۔ مگر بڑی والی قابو میں نہیں آ رہی تھی۔

"روؤ نہیں' ابھی آ جائیں گی تمہاری اماں تمہارا چھوٹا سا بھائی لے کر۔۔۔ میں ہوں نا' تمہارے پاس سو جاؤ۔" اس نے بچے کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔

"مجھے نیند نہیں آتی اماں کے بغیر۔"

"اچھا چلو۔۔۔ میں تمہیں کہانی سناتی ہوں۔" ام ہانی نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور کہانی بنانے لگی۔

"ایک بڑے سے محل میں ایک شہزادی رہتی تھی اور ایک شہزادہ۔۔۔ دونوں میں بہت دوستی تھی۔ شہزادی روتی تھی تو شہزادہ بھی رو دیتا تھا۔۔۔ شہزادہ مسکراتا تھا تو شہزادی کے ہونٹوں پہ بھی خود بخود مسکراہٹ آجاتی تھی۔ پھر ایک دن شہزادی کو ایک بادشاہ نظر آیا۔ سونے کا بنا ہوا بادشاہ۔۔۔ اتنا چمکیلا' اتنا روشن کہ شہزادی کی آنکھیں اسے دیکھ کے چندھیا گئیں اسے کچھ اور نظر ہی نہ آیا' اس سونے کے چمکتے دمکتے بادشاہ کے علاوہ۔۔۔ پھر وہ سونے کا بنا بادشاہ' اسے محل سے نکال کے اپنے بڑے سے قلعے میں لے گیا۔

سونے کے بنے بادشاہ کا پتھروں سے بنا قلعہ.... شہزادے نے بہت کوشش کی اسے روکنے کی.... مگر شہزادی نہ مانی.... نہ رکی.... چلی گئی سونے کے بادشاہ کے ساتھ اور جب بادشاہ نے اسے پتھروں سے بنے اس قلعے میں قید کر دیا تو شہزادی کو پتا چلا کہ وہ بادشاہ تو سونے کا نہیں۔ آگ کا بنا ہوا ہے۔ بھڑکتے شعلوں سے.... پھر شہزادی ایک دن اس سنگلاخ قلعے سے بھاگ گئی اور وہ بادشاہ وہیں اپنی ہی آگ میں جلتا رہا۔ جلتا رہا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھسم ہو جانے کے لیے۔"

☼ ☼ ☼
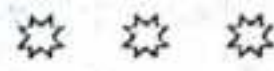
رات کا آخری پہر تھا۔

سالار کی میت اس بڑے سے سنسان گھر کے وسط میں رکھی تھی۔

سفید چادر سے ڈھکی اور سرہانے اماں کے علاوہ کوئی اور ذی روح نہ تھا اس میت پہ آنسو بہانے والا۔

انہیں ہوش نہ تھا عزیز و اقارب کو خبر کرنے کا.... پرانے وفادار ملازم بساط بھر انتظامات کرنے اور ہر جگہ اطلاع پہنچانے کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

بچہ سو چکا تھا مگر کہانی سنانے میں مگن ام ہانی کو احساس نہیں تھا۔

وہ اپنی رو میں کہتی کہانی کے انجام تک جا رہی تھی۔

"شہزادہ اب بھی شہزادی کو ڈھونڈ رہا ہے اور شہزادی کو اب احساس ہو چکا ہے کہ وہ تو اس شہزادے کے بنا کچھ ہے ہی نہیں مکمل تو کیا ادھوری بھی نہیں.... کچھ بھی نہیں ہے وہ لیکن اب...."

"اچانک فضا میں کسی نومولود بچے کے رونے کی آواز گونجی اور ام ہانی نے چونک کر کوٹھڑی کے بند کواڑوں کو دیکھا، جھلمل کرتی نم آنکھوں میں مسکراہٹ کوندی.... اور جھک کر سوتے ہوئے بچے کے ماتھے پہ بوسہ دیتے ہوئے اس نے شکرانے کا کلمہ ادا کیا اور آہستگی سے بچے کا سر اپنے زانو سے تکیے پہ منتقل کرتے ہوئے اندر جانے لگی۔

درد کے باوجود سلمٰی کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی۔ ام ہانی نے کمبل میں اپنے ننھے سے نرم و گلابی وجود کو گود میں لیتے ہوئے پیار سے چوم کر کہا۔

"مبارک ہو سلمٰی.... ماشاءاللہ بہت پیارا ہے۔"

"آپ کے قدموں کی برکت ہے بی بی۔"

"ایسے نہیں کہتے سلمٰی۔" ام ہانی نے جھٹ سرزنش کی۔

"اللہ کا کرم ہے یہ.... نام کیا سوچا ہے اس کا؟"

"ابھی تک تو کوئی نہیں، پہلے کا میں نے رکھا تھا دوسرے کا خدا بخش نے اب اس کا نام آپ رکھیں۔"

"میں....؟"

"ہاں بی بی آپ ہی رکھیں گی جو نام بھی آپ کو اچھا لگے۔" ام ہانی چند لمحے تک گود میں سوئے چندی آنکھوں والے بچے کو دیکھتی رہی اور جب بچہ نیند میں ہلکا سا مسکرایا تو اس کے ہونٹوں پہ بھی مسکراہٹ دھوپ کی طرح پھیل گئی۔

"مجھے جو نام دنیا میں سب سے زیادہ اچھا لگتا ہے وہی نام رکھوں گی.... سعد۔"

"سعد صاحب...." سلمٰی چونک کر بڑبڑائی۔

"یہ سعد ہے۔" ام ہانی کی انگلی اب ننھے سعد کی مٹھی میں قید تھی۔

"سعد۔"

☼ ☼ ☼

میں نیند سے ہڑبڑا کے جاگا تھا۔ یہ کوئی وہم نہیں تھا۔

مجھے واقعی اس کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے بہت واضح انداز میں میرا نام پکارا تھا۔ ویسے ہی.... جیسے وہ پکارا کرتی تھی۔

"سعد...." میں بے چین ہو کر اٹھ بیٹھا۔

"ہنی تم نے پکارا مجھے۔" میں بڑبڑایا اور تبھی دروازے پہ دستک سن کر بے تابی سے دروازہ کھولنے لپکا۔

اب مجھے یقین ہو گیا ام ہانی نے ہی پکارا تھا مجھے.... وہ ضرور واپس لوٹ آئی ہے۔

اور دروازہ کھولتے ہی سامنے ابو کو دیکھ کے میں ٹھنڈا سا ہو کر وہیں تھم گیا۔

ان سے پوچھ تک نہ سکا کہ صبح کی پہلی پو پھٹنے سے ہی پہلے وہ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔ ابو بھی حد درجہ سنجیدہ لگ رہے تھے۔ میری جانب سے کسی سوال کے نہ آنے پہ خود ہی بتانے لگے۔

"سالار کی والدہ کا فون آیا تھا۔"

"ہنی لوٹ آئی ہے کیا؟"

میں پھر سے بے چین ہو گیا یہ تک فراموش کر بیٹھا کہ ہنی کے تمام رشتے اب اس شخص، اور اس کے گھر سے ختم ہو چکے ہیں.... وہ واپس لوٹی بھی تو وہاں کیا کرنے جائے گی بھلا۔

"سالار کا' دماغ کی شریان پھٹنے کے نتیجے میں رات کو انتقال ہو گیا ہے۔"

☼ ☼ ☼
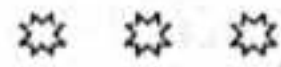
ام ہانی فجر کی نماز کے بعد دو گھنٹے کی نیند لے کر اٹھی .... رات تو آنکھوں میں کٹ ہی گئی تھی۔

آنکھ کھلتے ہی اس نے نوزائیدہ سعد کو پنگوڑے میں گہری نیند سوتے دیکھا.... سلمٰی کہیں نہیں تھی.... ہانی کو افسوس سا ہوا اسے بے وقت نہیں سونا چاہیے تھا بلکہ سلمٰی کے لیے ناشتے وغیرہ کا انتظام کرنا چاہیے تھا۔

جلدی سے چپل پہنتے باہر نکلی تو سلمٰی صحن میں رات کی باسی روٹی کے ٹکڑے توڑ توڑ کے چڑیوں اور کوؤں کے لیے پھیلا رہی تھی۔

"سلمٰی تم یہاں کیا کر رہی ہو.... تمہیں ابھی بستر سے نہیں اٹھنا چاہیے تھا۔"

"کچھ نہیں ہوتا بی بی.... مجھے عادت ہے۔ کون سا پہلا بچہ ہے، ہم غریب لوگ بڑے سخت جان ہوتے ہیں۔ آرام ہمیں راس نہیں آتا الٹا اور بیمار پڑ جاتے ہیں۔" وہ ہنسی اور اپنے شغل کو جاری رکھا۔

"مگر ایسا بھی کون سا ضروری کام تھا یہ جو تم آج کا دن بستر پہ نہیں ٹک سکتی تھیں۔"

"کیسے رہتی بستر پہ.... میں روز چڑیوں اور کوؤں کو باجرہ یا روٹی ڈالتی ہوں بی بی.... جس دن سے آپ آئی ہیں یہاں پہ آپ کے نام کا صدقہ ہوتا ہے۔ تاکہ آپ پہ آئی ہر بلا ٹل جائے۔"

"اوفوہ سلمٰی.... اس وقت تمہارے لیے آرام زیادہ ضروری تھا۔ ایک دن صدقہ نہ دینے سے کچھ نہیں ہو گا۔"

"کچھ تو ہوا ہے بی بی۔" وہ سوچتی نظروں سے آسمان کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"کچھ ہوا ضرور ہے۔ دیکھو ناں بی بی سارا باجرہ.... ساری روٹیاں ایسے ہی پڑی ہیں ایک بھی چڑیا کوا لینے کے لیے نیچے نہیں اترا۔" اس کی بات ام ہانی کے پلے نہ پڑی۔

"اس کا بھلا کیا مطلب ہوا سلمٰی؟"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں جو پچھلے کچھ دنوں سے آپ کا صدقہ دے رہی ہوں۔ وہ اللہ نے قبول کر لیا ہے۔ آپ پہ آئی بلا ٹل گئی ہے۔" اس کی بات سن کے ام ہانی نے بھی نظر اٹھا کے آسمان پہ اڑتے پرندوں کو دیکھا۔

"اللہ نے آپ کو اپنی سلامتی میں لے لیا ہے بی بی۔" سلمٰی کی بات پہ اس کا دل بھی ایمان لے آیا تھا۔

"اللہ نے آپ کو اپنی سلامتی میں لے لیا ہے بی بی۔" اب ام ہانی کے چہرے پہ طمانیت کا نور پھیل گیا۔ ایک عرصے کے بعد خود اس نے بھی اپنا آپ ہلکا پھلکا سبک سا محسوس کیا۔

☼ ☼ ☼

"کیوں جاؤں میں؟ بلکہ آپ بھی کیوں جانا چاہتے ہیں ابو؟" میں ان سے الجھ رہا تھا جو بلاوجہ کی مروت اور لحاظ دکھانے پہ مصر تھے۔

"ہمارا اس شخص سے کیا تعلق؟ کیا واسطہ؟" میں نے سوال کیا تو ابو بردباری سے کہنے لگے۔

"انسانیت کے ناتے سعد ہمارے گھر سے کسی ایک

کو تو اس کی آخری رسومات میں شریک ہونا چاہیے۔" امی نے بھی میری ہی تائید کی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے سعد ہمارا کوئی فرض نہیں ہے وہاں جانا۔"

"نائلہ سالار اپنی اچھائیوں اور برائیوں سمیت اس دنیا سے چلا گیا ہے وہ جانے اور اس کا خدا۔ میں تو اس کی والدہ کے خیال سے جانا چاہ رہا تھا۔ وہ بزرگ ہیں اور غم کے اس موقع پہ بالکل تنہا ہمیں ان کو پرسہ دینا تو جانا چاہیے۔" ان کی اس بات پہ بھی میں قائل نہ ہو سکا۔

"آپ جانا چاہتے ہیں تو جائیں ابو.... میں نہیں جا سکتا۔ میں نہیں چاہتا ایک مرے ہوئے شخص کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی بجائے میرے دل سے اس کے لیے وہ بددعا نکلے جو آخرت میں بھی اسے چین نہ لینے دے.... میں نہیں جاؤں گا۔ آپ جائیں ثواب کمانے۔"

حتمی لہجے میں کہہ کر میں وہاں سے نکل آیا.... مبادا وہ مزید اصرار نہ کریں۔

"میں نے ٹھیک کیا ناں تانیہ؟" اب میں تانیہ سے تائید چاہ رہا تھا۔

"ہاں.... دل نہ مانے تو نیکی بھی کرنے کا فائدہ نہیں۔" وہ تو یوں بھی میری ہر بات میں میرے ساتھ ہی ہوتی تھی۔

"ہنی اتنی اچھی ہے تانیہ کہ اس کے ساتھ برا کرنے والے کا جی ہی نہیں چاہا ہو گا زندہ رہنے کو۔"

"ہاں سعد اور وہ اتنی اچھی ہے کہ اس نے چاہ کے بھی سالار کو کوئی بددعا تک نہیں دی ہو گی۔ اسے ہانی کی آہ نہیں لے ڈوبی.... وہ شاید پچھتاوے کی مار نہیں سہہ پایا۔" تانیہ کی بات پہ میں نے سر ہلایا۔

"ٹھیک کہتی ہو.... وہ کمزور دل کا مالک تھا مجھے دیکھو جی رہا ہوں اس کے بغیر۔"

"اچھا؟" تانیہ نے جتاتی نظروں سے مجھے گھورا۔

"جی رہے ہو؟" میں نظر چرا گیا اس کے سوال پہ۔

"پتا ہے سعد.... تم میں اور سالار میں بہت فرق ہے۔ ہانی نے اسے چھوڑا تو اس کے پاس کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اس کی واپسی کا انتظار کرتا.... وہ جانتا تھا کہ وہ اسے کھو چکا ہے.... ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لیکن تمہارے پاس امید ہے، حوصلہ ہے اور یہ یقین کہ اس کے دل میں بھی تمہارے لیے محبت ہے۔ وہ لوٹے گی سعد.... اس لیے تمہیں تو جینا ہی پڑے گا.... ہر حال میں۔"

"ہاں۔" میں نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"صحیح کہتی ہو.... مجھے تو جینا ہی ہے۔" اور پھر گردن موڑ کے اسے دیکھ کے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مگر تمہیں کیوں مرنا ہے میرے ساتھ؟ واپس کیوں نہیں چلی جاتیں۔" وہ کھلکھلا کے ہنس دی۔ ایک عرصے کے بعد....

"جاؤں گی.... چلی جاؤں گی.... ابھی سے تنگ آ گئے ہو مجھ سے؟ اچھا ہوا جو میں نے تم سے شادی نہیں کر لی۔ تمہیں تو چند ہی دنوں میں بری لگنے لگی ہیں.... خدا نا خواستہ ہماری شادی ہو گئی ہوتی تو آج تم مجھے.... یعنی اپنی بیوی کو یہی کہہ رہے ہوتے کہ واپس کیوں نہیں چلی جاتیں تم.... شکر ہے بچ گئی میں۔" وہ پھر سے ہنسی۔

اور اس بار اس کی ہنسی میں چھپا کرب مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

☼ ☼ ☼

"کیا سوچ رہی ہو نائلہ؟" جنازے سے واپس آنے کے بعد رضوان نے نائلہ کو کسی سوچ میں ڈوبا پا کے پوچھا۔

"تانیہ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس نے مجھے محبت کے نئے معنی سکھائے ہیں.... میں ماں ہوں سعد کی لیکن اس کے معاملے میں میرا دل کتنا تنگ ہو گیا تھا اور تانیہ.... اس کا دل کتنا کشادہ ہے۔"

"جو محبت کرتے ہیں ان کے دل کشادہ ہی ہوتے ہیں.... خود بخود وسیع ہو جاتے ہیں نائلہ.... اب ام ہانی کو دیکھو نجانے کہاں دربدر ہو رہی ہو گی۔ کیا کیا مصیبتیں اٹھا رہی ہو گی صرف اور صرف سعد اور تانیہ کی محبت میں اور تمہاری عزت میں بھی۔" نائلہ رو

پڑیں۔

"نہ یاد دلائیں مجھے.... مجھے ایک پل چین نہیں ہے رضوان.... جب تک وہ صحیح سلامت واپس نہیں آ جاتی میں یونہی کانٹوں پہ دن اور انگاروں پہ رات بسر کروں گی۔ میری وجہ سے ہوا یہ سب صرف اور صرف میری کم ظرفی کی وجہ سے 'پتا نہیں وہ کبھی مجھے معاف بھی کرے گی یا نہیں؟"

"تم نے اتنے سال اسے پالا ہے نائلہ.... اتنا بھی نہیں جانتیں اس کے بارے میں؟ کیا تمہیں اس سے معافی مانگنے کی ضرورت پڑے گی؟ کیا وہ تمہیں اس کا موقع دے گی۔"

☆ ☆ ☆

"چار ماہ بعد"

"یہ لے خدا بخش.... پراٹھے۔" خدا بخش دھلا دھلایا استری کیا کلف لگے کی شلوار قمیص پہنے 'تیل لگا کے بال سنوارے ہوئے کہیں جانے کے لیے بالکل تیار تھا جب سلمیٰ نے دستر خوان میں باندھا ڈبا اسے پکڑایا۔

"راستے میں کھالینا۔"

"ہاں.... لا دے.... بازار کا کھانا ایک تو مہنگا اور اوپر سے خراب 'اچھا ذرا بی بی کو بلا بات کرنی ہے میں نے۔"

"میں آ ہی رہی تھی خدا بخش بھائی۔" ہانی سر پہ دوپٹا درست کرتی اندر سے نکلی۔

"بی بی میں شہر جا رہا تھا۔ سوچا آپ سے پوچھ لوں اگر اس بار بھی آپ نے تصویریں بنانے کے لیے رنگ اور برش منگوانا ہو تو بتا دیں۔"

"نہیں.... مگر ایک اور کام ہے۔"

ہانی نے دیوار کے ساتھ زمین پہ رکھی دو پینٹنگز اٹھا کے اسے تھمائیں۔

"جو سامان آپ پچھلی بار لائے تھے اس سے میں نے یہ تصویریں بنائی ہیں آپ شہر جا رہے ہیں تو ان کو وہاں بیچ آئیں۔"

"ٹھیک ہے بی بی۔" خدا بخش نے بڑی احتیاط سے پینٹنگز سنبھالیں۔

"اور ان سے جو پیسے ملیں ان سے میرے سکول کے بچوں کے لیے کچھ کتابیں لے آئیں.... میں نام لکھ دیتی ہوں۔"

"ہاں بی بی.... دو ہفتے ہوئے ہیں آپ کو وہ سکول کھولے اور آدھے گاؤں کے بچے آپ سے پڑھنے لگ گئے۔ بڑا ہی اچھا کیا آپ نے یہ سکول کھول کے۔" سلمیٰ کی بات پہ وہ مسکرائی۔

"ہاں.... میں نے سوچا زیور بیچ بھی دوں تو کتنے دن چلے گا۔ اچھا ہوا یہ زیور بیچ کر میں نے اسکول کھول لیا.... اچھا خدا بخش بھائی.... میرا ایک اور کام کریں گے آپ؟"

"حکم کریں بی بی؟"

"اگر ہو سکے تو واپسی پہ حویلی ہوتے آئیں.... سب کی خیریت بھی معلوم کرلیں اور.... اور ایک بات اور بھی ہے جو میں جاننا چاہ رہی ہوں.... لیکن یہ دھیان رکھیے گا کہ کسی کو یہ پتا نہیں چلنا چاہیے کہ میں کہاں ہوں۔"

"آپ فکر نہ کریں.... بس مجھے بتا دیں کیا پتا کروانا ہے اور کس سے کروانا ہے۔"

☆ ☆ ☆

مہ پارہ فون پہ نائلہ سے بات کر رہی تھی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں بھابھی.... بس آپ سب بہت یاد آتے ہیں۔" دوسری جانب سے خدا جانے نائلہ نے کیا پوچھا تھا کہ مہ پارہ لجا سی گئی۔

"جی.... وہ تو بہت خیال رکھتے ہیں میرا.... بہت اچھے ہیں وہ.... بس جگہ نئی ہے نا.... تو دل لگتے لگتے ہی لگے گا۔ آپ سب اور حویلی بہت یاد آتی ہے۔"

نائلہ نے شاید نئی تصویروں کی فرمائش کی تھی اب....

"ہاں جی بھابھی بھیجتی ہوں نئی تصویریں.... ان سے کہوں گی تانیہ کو اسی پہ بھیج دیں.... وہ کیا ہے۔ ہاں

فیس بک.... ارے ہاں! ایسے ہیں ثانیہ اور سعد دونوں۔"
کافی کے دو مگ اٹھائے اندر آتے اسلم صاحب نے مہ پارہ کو یہ سوال کرتے بھی دیکھا اور جو جواب بھی اس نے سنا تھا.... اس کے رد عمل پہ مہ پارہ کے چہرے پہ ملال اترتے بھی دیکھا۔

"اللہ ام ہانی کو جلد ہم سب سے ملوا دے۔ بھائی صاحب کو سلام کہیے گا میرا۔ اللہ حافظ۔"

اس نے پژمردگی سے فون بند کر کے رکھا تو اسلم صاحب نے مسکراتے ہوئے کافی کا مگ آگے بڑھایا۔

"مجھے پتا تھا میری نئی نویلی دلہن میکے والوں سے بات کرنے کے بعد کافی اداس ہوگی اس لیے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے میں اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کے لایا ہوں۔"

"بھابھی بتا رہی تھیں.... کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا ان لوگوں نے ہانی کو.... اخباروں تک میں اشتہار دیے .... مگر...."

"صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے مہ پارہ۔"

"کبھی سوچا بھی نہیں تھا میری زندگی میں آپ کی صورت اتنا خوش گوار موڑ آئے گا اور آج میں اپنے گھر خوش باش ہوں تو میکے کی کسک چین نہیں لینے دیتی.... کاش وہاں سب ٹھیک ہو جائے پہلے جیسا۔" انگلی کی پور سے مہ پارہ نے پلکوں تک آجانے والے آنسو صاف کیے۔

"زندگی اسی کا نام ہے مہ پارہ.... سب کچھ بالکل پرفیکٹ تو کبھی بھی نہیں ہوتا.... ثانیہ ہمیشہ یہ چاہتی تھی کہ میں اپنی زندگی کو مکمل کروں۔ بلکہ اسے ایک مکمل فیملی دوں اور آج میری زندگی میں تم ہو۔ اس کی زندگی میں ماں ہے.... مگر وہ ماں کی محبت لینے کے لیے ہمارے ساتھ نہیں ہے۔"

اسلم صاحب بھی اداس ہو گئے تو مہ پارہ کو افسوس ہوا۔ جو شخص سارا دن اس کے ہونٹوں پہ ایک مسکراہٹ لانے کے جتن کرتا رہتا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اکثر اسے اداس کر بیٹھتی تھی۔

"وہ آئے گی۔ ان شاء اللہ ضرور آئے گی۔" مہ پارہ نے ان کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے دلاسا دیا۔

"مگر اپنا وعدہ پورا کرنے کے بعد.... سعد اور ام ہانی کو ایک کر دینے کے بعد۔"

☼ ☼ ☼

پتوں کی سرسراہٹ پر مجھے اندازہ ہوا کہ کوئی ان سوکھے پتوں کے فرش پہ چلتا میری جانب آ رہا ہے۔ بنا مڑ کے دیکھے بھی میں جان سکتا تھا کہ یہ ثانیہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

"یہاں کیا کر رہے ہو؟" عجیب بے تکا سوال کیا اس نے "غالباً" محض مجھے مخاطب کرنے کے لیے یونہی بات برائے بات، ورنہ وہ جانتی تھی میں اس کھنڈر میں کیوں آتا ہوں۔

دیوار پہ ہاتھ پھیر کے کچھ تلاش کرتے ہوئے میں نے جواب دیا۔

"خالی جگہ تلاش کر رہا ہوں ثانیہ۔"

"خالی جگہ۔"

"تم جانتی تو ہو کہ میں نے ہمیشہ تب تب یہاں ان دیواروں پہ اپنا اور ہنی کا نام لکھا ہے، جب جب ہی ہر جھگڑے کے بعد ہماری صلح ہوتی تھی۔ ہم جب دوبارہ ملیں گے تو یہاں میں ایک بار اور اس کا اور اپنا نام لکھوں گا۔"

"ہاں.... ایک بار اور.... آخری بار۔" وہ میرے سامنے آ کے اس دیوار سے ٹیک لگا کے کھڑی ہو گئی۔

"آخری بار؟" میں چونکا۔

"ہاں کیونکہ اس کے بعد تم کبھی اسے روٹھنے نہیں دو گے۔" وہ پورے اعتماد سے مسکرائی اور پھر مڑ کے خود بھی دیوار پہ خالی جگہ تلاش کرنے لگی۔

"لاؤ.... میں بھی دیکھتی ہوں۔ ایک ہی بار تو لکھنا ہے نا بھلا زیادہ سے زیادہ کتنی جگہ چاہیے ہو گی۔"

اس کی مسکراہٹ ہمیشہ میرے دل کو دلاسا دیتی تھی۔ میں بھی نئے حوصلے کے ساتھ کوئی خالی کونا ڈھونڈنے لگا۔

"لو یہ رہا اب یاد رکھنا اس پہ لکھنا ہے تم نے 'نام'۔"

☆ ☆ ☆

"ہاجرہ۔" نائلہ نے بہت دیر سے ہاجرہ کو کسی کام کا کہہ رکھا تھا مگر وہ تھی کہ نظر ہی نہیں آرہی تھی۔

"ہاجرہ کہاں رہ گئی تھی تم؟" اسے باہر سے آتے دیکھا تو جھنجلا کے پوچھنے لگیں۔

"تم سے کہا تھا کہ دھوبی سے آئے سب کپڑے میرے سامنے ہر ایک الماری میں لگاؤ... میں کب سے سعد کے کمرے میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"جی میں آرہی تھی مگر باہر سے کسی مسافر نے گزرتے گزرتے صدا لگائی تھی اسے روٹی پانی دے رہی تھی۔"

"اوہ... اچھا... یہ صدقہ۔" ابھی دے دینا تھا۔ جمعرات ہے آج۔"

"نہیں جی... صدقہ لینے والا نہیں تھا وہ... بس گھر کی دال روٹی مانگی تھی اس نے، ویسے مجھے لگ رہا تھا اسی علاقے کا ہی رہنے والا ہوگا، پیچھے سے پوچھ رہا تھا کہ حویلی میں جو شادی ہوئی تھی چھوٹے صاحب کی وہ ہوگئی۔"

"کمال ہے مسافر تھا اور یہ تک جانتا تھا اچھا تم جاؤ۔ وہ سب کپڑے اب صدیقہ کے ساتھ مل کے سنبھالو... میں ذرا سعد کو دیکھوں... صبح کا نکلا اب نظر آیا ہے۔"

☆ ☆ ☆

امی نے تو بہت سی باتوں کے دوران یونہی برسبیل تذکرہ وہ بات بھی بتا دی۔ ان کی عادت تھی شاید میرا دھیان بٹانے کو سارے دن کی روداد مجھے سناتی رہتی تھیں۔ مگر میں بری طرح چونک گیا۔

"اور آپ اسے یہ تسلی نہیں لے رہیں پتا تو کرنا تھا کہ کون ہے... کہاں سے آیا؟"

"ارے... کوئی مسافر تھا... گزر رہا تھا تو کھانا مانگ لیا۔ سب جانتے ہیں... اس حویلی سے مسافروں کو کسی بھی وقت کھانا مل جاتا ہے۔"

"لیکن امی... "میں الجھ گیا تھا۔

"یہ بات چونکانے والی ہے کہ وہ کون تھا جو اس طرح کی معلومات لیتا پھر رہا تھا... کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اسے... اور کیا تعلق ہے اسے اس بات سے کہ اب تک میری شادی ہوئی ہے یا نہیں۔" مگر امی نے اسے خاص توجہ نہ دی... اسی بے فکری سے مجھے کہنے لگیں۔

"غریب لوگ ہیں سعد... آس ہوتی ہے انہیں کہ ہم شادی بیاہ کی خوشی میں کچھ دے دلا دیں۔"

"پھر بھی امی... یہ بات کچھ..."

"کہا نا سعد... ایسی کوئی سر پہ سوار کرنے والی بات نہیں ہے... ہوگا کوئی..."

☆ ☆ ☆

"ارے... ایسے نہیں... لائن کے بالکل اوپر... اور پھریوں کر کے گھما دو تھوڑا سا۔" ام ہانی سلمیٰ کے بیٹے کو ہاتھ پکڑ کے لکھنا سکھا رہی تھی۔ یہ ہی مشغلہ تھا اس کا دن رات... دن کو اپنے چھوٹے سے ایک کمرے کے اسکول میں پڑھاتے رہنا بچوں کو اور رات کو سلمیٰ کے بچوں کو اگلے دن کی بھی پیشگی تیاری کرانا۔ سلمیٰ کو ساگ سر پہ اٹھا کے اندر لاتے دیکھا تو بڑی خوشی سے اطلاع دی۔

"سلمیٰ... تمہارا بیٹا ماشاء اللہ بہت ذہین ہے۔ بہت جلدی سیکھ جاتا ہے۔ دیکھنا... یہ میرا سب سے ہونہار اور لائق فائق شاگرد نکلے گا۔"

"اللہ آپ کو اجر دے گابی بی..." اس نے ساگ کی گٹھڑی اتار کے کونے میں رکھی اور پھر ساتھ ہی درانتی سنبھال کے پیر کے انگوٹھے میں پھنسائی۔

"خدا بخش آتا ہوگا... اسے ساگ بڑا پسند ہے۔ آپ کھالیں گی بی بی یا کچھ اور بنا دوں؟"

"کھالوں گی سلمیٰ... بس ذرا مرچ تیز کرنے سے پہلے اور مکھن ڈالتے ہوئے میرے لیے ایک کٹوری نکال کے الگ کر دینا۔"

"ہاں بی بی... مجھے دھیان ہی نہیں رہتا کہ آپ

ہلکے مسالے کھاتی ہیں... اچھا ہوا آپ نے یاد دلا دیا۔ وہ خدا بخش کی زبان بڑی چٹوری ہے' اس کو مرچیں بھی لپ بھر کے چاہیے اور مکھن بھی چوتا ہوا۔"

"تمہیں پتا ہے سلمیٰ... یہ میرا اس اسکول کا سب سے پہلا اسٹوڈنٹ ہے۔" ام ہانی کی توجہ پھر سے حرف حرف توجہ سے لکھتے بچے پہ گئی۔

"ابھی تو منے کو بھی پڑھانا ہے' بس تین سال کا ہو جائے... کب ہو گا؟"

"چار مہینے بعد..." ساگ کاٹتی سلمیٰ نے حساب لگا کے بتایا۔

"اور سعد... اسے تو میں اسی وقت پڑھانا شروع کروں گی' جب وہ بولنا سیکھے گا۔" ام ہانی نے چند مہینے کے سعد کو محبت سے دیکھا' جو بڑے سے نواڑی پلنگ سے جھولتی چادر میں سو رہا تھا۔

"ہائے اللہ بی بی... آپ نے کوئی ساری عمر یہاں تھوڑا ہی بیٹھنا ہے۔ میں نے وعدہ کیا ہے نا آپ سے... کہ ان تینوں کو ضرور پڑھاؤں گی... اپنے اور خدا بخش کی طرح جاہل نہیں رکھوں گی... لیکن اللہ کرے آپ جلدی واپس حویلی میں چلی جائیں' اپنوں کے پاس... اور ساتھ خیریت کے..." سلمیٰ کی خلوص سے دی گئی دعا بھی اسے اداس کر گئی۔

"چلی جاؤں گی سلمیٰ... چلی جاؤں گی ایک دن... مگر..." پھر چونکی... فوراً" خدا بخش کا دھیان آیا۔ اسے خبر لانے کا کام سونپا تھا۔

"خدا بخش بھائی کب تک واپس لوٹیں گے۔"

"آنے والا ہو گا۔"

"اللہ کرے... میرا کام کر دیا ہو انہوں نے... اور وہی خبر لے کر لوٹیں... جو میں چاہتی ہوں اور جس کے ہونے کی اتنے دن سے دعائیں کر رہی ہوں۔"

☼ ☼ ☼

"شعیب..." میں اتنے سالوں بعد اسے سامنے پا کے خوشی سے آگے بڑھا۔

پرانے دوست بھی کیا چیز ہوتے ہیں۔ دل پہ پڑے بوجھ کو صرف اپنے ہونے کے احساس سے پل بھر میں سرکا دیتے ہیں' میں نے تب ہی دکھ کی اس کیفیت سے خود کو ذرا کی ذرا نکلتے محسوس کیا تھا جب کل شعیب کی کال آئی تھی اور اس نے بتایا تھا کہ وہ پاکستان آیا ہوا ہے اور مجھ سے ملنے آرہا ہے۔

"بہت خوشی ہو رہی ہے تمہیں اتنے سال بعد اپنے سامنے دیکھ کے۔" اس کے گلے لگتے ہوئے میں نے دل سے کہا تھا' مگر وہ عجیب کھوجتی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"اچھا۔" اس نے تعجب کا برملا اظہار کیا۔

"لگتا تو نہیں کہ تو خوش ہے۔" اور کہہ بھی دیا۔

"اور خوش کیسے ہو سکتے ہیں۔" میں نے مقدور بھر مسکرانے کی کوشش کی' مگر وہ دوست تھا اندر تک اترا ہوا۔ کیسے دھوکا کھا جاتا۔

"سعد۔ کیا ہوا؟" اس نے وہ سوال کیا جس کے لیے میں ذہنی طور پر تیار تو تھا اور منتظر بھی... مگر یہ اندازہ نہ تھا کہ وہ اتنی جلدی چھوٹتے ہی پوچھ لے گا۔ میرے پاس اس کے سوال کے جواب میں اپنی کھوکھلی مسکراہٹ کو طول دینے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

"تمہاری وہ مسکراہٹ کیا ہوئی سعد۔ اتنا جبر کر کے کیوں مسکرا رہے ہو۔"

"اب جی بھی جبر کے ساتھ رہا ہوں تو مسکراؤں گا بھی تو جبر کے ساتھ۔" ہار مان کے میں نے اس کے سامنے دل کھول رہا۔

"سب خیریت ہے نا؟"

"ہاں خدا کرے خیریت ہی ہو۔ تم بیٹھو میں بتاؤں گا تمہیں سب تفصیل سے۔"

"ہاں ہاں بیٹھوں گا بھی۔ تمہارے گزرے سالوں کی ساری کتھا بھی سنوں گا۔ آنٹی کے ہاتھ کا کھانا بھی کھاؤں گا اور رات کو تمہاری حویلی کی چھت پہ کھلے آسمان کے نیچے پلنگ پر سوؤں گا بھی' مگر پہلے تو یہ تو لے۔" اس نے ایک ملفوف تحفہ میری جانب بڑھایا کوئی پینٹنگ لگ رہی تھی۔

"تحفہ لایا ہوں' میں تمہارے لیے؟"

"واہ یار... تم کب سے ان تکلفات میں پڑ گئے۔" مجھے ہنسی سی آ گئی۔ وہ کبھی بھی ایسا نہیں تھا ایسے تکلفات اور مروت لحاظ کا خیال رکھنے والا۔

"صحیح کہہ رہے ہو۔ مجھے خیال تک نہ آیا تھا کہ وطن واپس جا رہا ہوں تو سب کے لیے کچھ نہ کچھ لیتا جاؤں۔ بس من چاہا تو ٹکٹ کٹائی۔ دو جوڑے رکھے اور خالی ہاتھ لہراتا آ گیا۔ یہ تو لاہور میں ایک جگہ اتفاق سے اس پینٹنگ پر نظر پڑی پتا نہیں کیوں مجھے لگا یہ تمہارے لیے لینی چاہیے تو لے لی۔"

"وہی تو... کہاں سے لگ گئی یہ لت تمہیں کسی کے لیے کچھ لینے کی۔"

"اچھا بھئی۔ میں واپس لے جاؤں گا۔" وہ پیکنگ کھولنے لگا۔

"مگر تو دیکھ تو سہی۔ یہ منظر بالکل ایسا ہے جیسے تمہاری حویلی کی چھت سے نظر آتا نہر کا منظر، دیکھ ذرا۔" اور تصویر دیکھتے ہی میں دنگ رہ گیا۔ واقعی کسی نے بالکل ہو بہو وہی منظر کینوس پہ اتارا تھا۔ میں کیسے دھوکا کھا سکتا تھا۔

یہ منظر سالوں سے دیکھتا آ رہا تھا۔

وہی منڈیر... وہی نہر... وہی درخت... وہی راستے... اور... اور وہی نام۔ پینٹنگ کے کونے میں ام ہانی کے دستخط دیکھ کے میں پتھر کا ہو کے رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

"آپ نے ٹھیک طرح سے پوچھا تھا نا؟" ام ہانی کو دھڑکا سا تو تھا، مگر پھر بھی یہ جواب سن کے وہ مایوس اور دل گرفتہ سی ہو گئی۔ یقین نہیں آ رہا تھا بھلا سعد اس سے کیا وعدہ کیسے توڑ سکتا ہے۔

"ایک ہی بیٹا ہے حویلی کا... سعد... نام لے کر پوچھنا تھا۔" اس نے پھر سے تسلی چاہی۔ مبادا خدا بخش کو ہی مغالطہ ہوا ہو۔

"بی بی وہیں جما پلا ہوں ساری حویلی کو جانتا ہوں اور میں نے حویلی کی ملازمہ سے پوچھا تھا اس نے بتایا کہ شادی تو ان کے دادا کی وفات پہ پانچ مہینے پہلے رک گئی تھی۔ پھر ہوئی ہی نہیں اب تک۔" یہ سن کر وہ مایوسی سے ڈھے سی گئی۔

"ٹھیک ہے۔" مرے مرے لہجے میں وہ بمشکل کہہ پائی۔

"شکریہ خدا بخش بھائی۔" خدا بخش کے جانے کے بعد سلمیٰ اس کے پاس آئی۔

"کیا ہوا بی بی؟" ام ہانی ایک زخمی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ کے کہنے لگی۔

"سلمیٰ۔ لگتا ہے تمہارے بچوں کی قسمت میں مجھ سے ہی پڑھنا لکھا ہے، میں ساری عمر یہیں رہنے والی ہوں تمہارے پاس... سعد کے پاس۔"

"ایسا نہ کہیں بی بی میرے دل سے پوچھیں آپ کے قدم کتنے مبارک ہیں میرے اس کچے کوٹھڑے میں، لیکن دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ آپ واپس اپنوں میں جا کے بس جائیں۔" وہ کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ کچی زمین پہ انگلی سے لکیریں کھینچتی رہی۔

"بی بی ابھی ابھی خدا بخش آیا ہے اور اب سویرے پھر جانے کا کہہ رہا ہے۔ کہہ رہا ہے عرس ہے کل۔"

"تو کیا صرف مجھے یہ اطلاع دینے کے لیے انہوں نے اتنی زحمت کی... اوہ۔" اسے تاسف سا ہوا۔

"نہیں نہیں بی بی۔ اسے پہلے پتا نہیں تھا کہ عرس کل ہے اب پتا چلا تو اس لیے واپس آیا کہ کل مجھے اور بچوں کو بھی ساتھ لے جائے، ہمارا بڑا والا منت کا ہے نا۔ عرس کے عرس لے جاتے ہیں۔"

"ہوں۔" وہ بے دلی سے سر ہلا کے رہ گئی۔

"بی بی۔ آپ بھی چلیں ہمارے ساتھ۔ ایک ہی دن کی تو بات ہے۔"

"نہیں سلمیٰ۔ تم جاؤ مجھے اسکول کا کام ہے کچھ بچوں کا حرج ہو گا۔"

"مگر بی بی۔ آپ اکیلے..." وہ متذبذب تھی، مگر ام ہانی نے تسلی دی۔

"کوئی بات نہیں کچھ نہیں ہوتا، اتنے اچھے پڑوسی ہیں۔"

"اچھا پھر ایسا کرتے ہیں سویرے تڑکے ہی نکل

جائیں گے ہم اور شام تک واپسی کی کریں گے۔ آپ کو رات اکیلا چھوڑنے پہ دل راضی نہیں ہے۔"

"سلمیٰ تم میری فکر نہ کرو یوں ایک ہی دن میں آنے جانے کے سفر سے بچے بھی تھک جائیں گے۔"

"نہیں تھکتے ویسے بھی وہاں رات رکنا نرا خرچا بڑھانے والی بات۔ آپ بس بتا دیں کچھ منگوانا ہے عرس سے بی بی؟"

"نہیں۔ بس ایک دیا جلا آنا داتا کی نگری میں میرے نام کا۔ دن رات دعائیں مانگتی ہوں' لگتا ہے میرا کوئی گناہ' کوئی کوتاہی میری دعاؤں کی قبولیت کے راستے میں رکاوٹ بن رہی ہے شاید کسی نیک ہستی کے وسیلے سے دعا قبول ہو جائے۔۔۔ اور سلمیٰ۔۔۔ کہنا۔۔۔ ام ہانی نے عرضی بھجوائی ہے اوپر پہنچا دیں۔" اس کی آواز آنسوؤں سے رندھ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تمہیں یقین ہے سعد؟" تانیہ حیران تھی۔

"سنو تانیہ! یہ پینٹنگ ام ہانی نے ہی بنائی ہے۔" میں پر اعتماد تھا۔

"لیکن میرا مطلب ہے کیسے کہہ سکتے ہو تم یہ۔۔۔ صرف ام ہانی لکھا ہے اس پہ کوئی اور نام بھی ہو سکتا ہے یا اس نام کی کوئی اور لڑکی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو تانیہ۔" مجھے کوفت سی ہوئی۔ کہاں تو وہ ہر وقت مجھے دلاسے دیتی' ہمت بندھاتی رہتی تھی اور اب اگر امید کی ہلکی سی کرن نظر آ رہی ہے تو وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کے تاریک پہلو نکال کے میرے سامنے رکھ رہی تھی۔

"کیا میں اس کے دستخط نہیں پہچانوں گا؟ اور بالفرض اس نے اپنا نام بھی نہ لکھا ہوتا اس تصویر کے نیچے تب بھی میں پہچان لیتا یہ۔۔۔ یہ منظر دیکھو یہ اس کے سوا اور کون رنگوں میں ابھار سکتا ہے۔" وہ الجھن بھری نظروں سے پینٹنگ کو دیکھنے لگی۔

"تانیہ تم کیوں ایسی باتیں کر رہی ہو تم کیوں مجھے یہ یقین دلانا چاہتی ہو کہ مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔" میرے دل میں اس کے خلاف وسوسہ سا آ گیا۔

"یقین نہیں دلانا چاہتی سعد۔ میں دل سے دعا مانگ رہی ہو کہ تمہارا یقین سچ میں بدل جائے' مگر ہونے کو کبھی بھی کچھ بھی ہو جایا کرتا ہے' میں صرف تمہیں ذہنی طور پہ اس کچھ بھی ہونے کے لیے تیار کر رہی تھی سعد۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ تم پھر سے مایوس ہو جاؤ' میں تمہیں ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔" اس کی نم آنکھوں اور گیلے گیلے لہجے میں وہ خلوص تھا کہ میں پل بھر پہلے والے اپنے وسوسے پہ خود ہی شرمسار سا ہو گیا۔

"تم نے شعیب سے ڈیٹیل (تفصیل) لی؟"

"ہاں اس نے لاہور میں جس جگہ سے یہ پینٹنگ خریدی ہے اس کا ایڈریس لے لیا ہے میں نے۔"

"اوہ تو ہانی لاہور میں ہے۔"

"ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔" میں مسکرایا۔ بقول شعیب کے۔ جبری مسکراہٹ۔

"تم نے ہی تو کہا ہے ہونے کو کچھ بھی کبھی بھی ہو سکتا ہے' لیکن پھر بھی میں لاہور جا کے اسے ڈھونڈوں گا ضرور۔۔۔ ان پانچ مہینوں میں پہلی بار اس کے بارے میں قدرت نے کوئی اشارہ دیا ہے مجھے۔ میں یہ موقع گنوانا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو تمہیں ضرور جانا چاہیے اور مجھے بھی۔"

"تم؟" میں نے بغور اسے دیکھا۔

"ہاں میرے بغیر کیسے جا سکتے ہو تم؟"

"سوچ لو تانیہ ہو سکتا ہے وہاں کافی دن لگ جائیں تم کہاں میرے ساتھ ساتھ بھٹکو گی۔" میں ہچکچا رہا تھا۔

"اتنے دنوں سے یہاں بھی تو ہوں تمہارے ساتھ۔ اس سے زیادہ دن تو نہیں لگیں گے ویسے بھی سعد! ہانی منزل تو صرف تمہاری ہے' مگر تلاش ہم دونوں کی ہے۔" میں نے مسکرا کے سرہلا دیا۔

☆ ☆ ☆

صبح تڑکے کا سمے تھا۔ ام ہانی ننھے سعد کو کپڑے پہنا رہی تھی پھر اس کے ہلکے ہلکے سے بالوں پہ بڑے ہی

دھیان سے کنگھا کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں سے ہی ٹوپی پہنادی۔

"لو۔ میں نے سعد کو پیارا سا گڈا بنا دیا۔ اب سعد اپنی اماں کے ساتھ لاہور جائے گا۔" اس کے گول گول پھولے ہوئے گالوں کو چومتے ہوئے وہ اداس سی ہو گئی۔

"دیکھو سعد۔ صرف آج کا دن مجھ سے دور رہنے کی اجازت ہے۔ سمجھے؟ زیادہ پھیل نہ جانا وہاں جا کے۔ شام ہوتے ہی تم نے واپس آنا ہے ورنہ میں اداس ہو جاؤں گی۔" اسے گود میں لے کر سینے سے لگاتے ہوئے وہ تو ابھی سے اداس ہو گئی تھی۔

"مجھے تمہارے بغیر اب نیند نہیں آتی سعد۔" اس نے ننھے سے کان میں سرگوشی کی۔

"تم صرف میرے سعد ہو' صرف میرے.... بس ایک تم ہو جسے میں صرف اپنا سعد کہہ سکتی ہوں جسے پیار کرتے ہوئے مجھے ندامت نہیں ہوتی۔ یہ احساس کچوکے نہیں لگاتا کہ میں کسی کا حق مار رہی ہوں۔ تم اپنی ہنی سے دور نہ جانا سعد۔ جلدی واپس آنا۔"

☆ ☆ ☆

صبح کی پہلی ٹرین سے میں تانیہ کے ہمراہ لاہور پہنچ گیا سب سے پہلے میں شعیب کے دیئے پتے پہ سیدھا اس دکان تک گیا جہاں سے اس نے وہ تصویر خریدی تھی۔ بہت پوچھنے پر وہ فقط اتنا بتا پایا کہ اسے یہ تصویر بیچنے والی کوئی لڑکی نہیں کوئی مرد تھا جو اپنی وضع قطع سے دیہاتی لگ رہا تھا۔

"دیہاتی؟"

"ہاں جی۔ میرا خیال ہے وہ ان مصورہ صاحبہ کا ملازم تھا۔ میرے سامنے اس نے فون کر کے بات کی تھی اس تصویر کی قیمت کے بارے میں۔ بی بی جی.... بی بی جی کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔" میں چپ سا رہ گیا البتہ تانیہ مزید تفتیش کرنے لگی۔

"پلیز ذرا ذہن پر زور دے کر بتایئے فون پہ بات کرتے ہوئے اس شخص نے نام بھی لیا تھا کوئی؟"

"دکھا بھی ہو تو مجھے یاد نہیں' میں مصروف تھا اتنا دھیان نہیں دیا البتہ بی بی جی کی تکرار کئی بار کی تو ذہن میں رہ گئی یہ بات۔"

"کچھ اندازہ ہے کہ وہ لاہور ہی کا رہنے والا تھا یا کسی اور جگہ سے آیا تھا۔" اب ان سوالات کی بوچھاڑ پہ دکان دار خاصا جھلایا ہوا لگا۔ ظاہر ہے اس کی دکان داری خراب ہو رہی تھی۔

"یہ میرا کام نہیں ہے۔ ہم تصویریں اور ہینڈی کرافٹ خریدتے ہیں کوئی اسلحہ یا منشیات تو نہیں جو گاہک سے سودا کرتے ہوئے اتنی تفصیل پوچھیں۔"

"کمال ہے۔ اس میں برا ماننے والی کیا...." تانیہ کو بھی تاؤ آگیا' مگر میں نے اسے خاموش کراتے ہوئے نکلنے کا اشارہ کیا۔

"بس تانیہ.... ہو گیا۔" اور نکلتے نکلتے بڑی لجاجت سے دکان دار کو اپنا کارڈ دیتے ہوئے درخواست کی۔

"دیکھیں اگر کبھی وہ شخص دوبارہ کچھ بیچنے آئے تو.... ہو سکے تو اس سے رابطے کے لیے کوئی نمبر یا اتا پتا لے لیں اور مجھے اس نمبر پر کال کر دیں۔ بہت ضروری نہ ہوتا تو میں کبھی آپ کو زحمت نہ دیتا۔"

☆ ☆ ☆

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" سب سن کے بھی وہ یقین نہ کر پا رہی تھی۔

"بھلا ایسا کیسے ممکن ہے کہ میں سعد سے کوئی وعدہ لوں اور وہ اسے نہ نبھائے میری خواہش جان کے بھی اس پہ عمل نہ کرے۔" لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ خدا بخش اس سے غلط بیانی نہیں کر سکتا۔

"سعد.... اگر تمہیں مجھ سے محبت کا دعوا ہے تو تم یہ گوارا بھی کیسے کر رہے ہو کہ میں یوں بھٹکتی رہوں؟ کیا تم نہیں چاہتے میں واپس لوٹ آؤں؟"

عرصے بعد وہ سعد سے ناراض ہوئی تھی اور ہمیشہ کی طرح یہ ناراضی بھی اوپری ہی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہاں سے نکلنے کے بعد میں نے اردگرد کی دوسری

سب دکانیں بھی چھان لیں جہاں ایسی قسم کی سستے داموں بکنے والی وہ تصاویر رکھی ہوئی تھیں جن کو گمنام مصور اونے پونے بیچ جاتے تھے۔ ایک ایک تصویر کو بغور دیکھا کسی اور پہ وہ نام نظر نہیں آیا۔ اس خیال کے تحت کہ شاید ام ہانی کی تصاویر اب تک بک گئی ہوں۔ میں نے اسی حلیے والے شخص کے بارے میں بھی سب سے دریافت کیا جس کا اس دکان دار نے بتایا تھا' مگر کہیں سے حوصلہ افزا جواب نہ ملا۔

تانیہ کا کہنا تھا کہ ہمیں یہاں کے گرلز ہاسٹل حتیٰ کہ دارالامان وغیرہ بھی چیک کر لینے چاہئیں۔ میں متفق تھا' مگر پتا نہیں کیوں، ہمت ایک دم جواب دے گئی تھی۔

"ہاں چلتے ہیں کچھ دیر سستا لیں۔" میں نزدیکی پارک میں اسے لیے آگیا اور ایک بنچ پہ ڈھے گیا۔

"دیکھو سعد۔ تصویر کل بکی ہے یعنی اگر وہ لاہور کہیں اور سے بھی آئی تھی تو ہو سکتا ہے اب تک یہیں ہو۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ نہ آئی ہو وہی شخص آیا ہو اس کی بنی پینٹنگ لے کر۔"

"لیکن وہ دیہاتی شخص کون ہو سکتا ہے؟ اور ہانی سے اس کا کیا تعلق ہے سعد؟" تانیہ وہی سوالات پے در پے پوچھے جارہی تھی جو پہلے سے میرے ذہن میں ڈنک مار رہے تھے۔

"وہ سب سے چھپ رہی ہے۔ نہیں چاہتی کہ سامنے آئے اس لیے کسی کے ذریعے بکنے کے لیے بھجوائی ہو گی۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس آدمی نے بھی کہیں سے خریدی ہو۔ ہانی سے ڈائریکٹ نہ لی ہو۔" میں بالکل چپ رہنا چاہتا تھا نہ کچھ بولنا۔ نہ کچھ سننا چاہتا تھا۔ اسی لیے تانیہ کی مسلسل جرح پہ اکتا گیا۔

"پلیز تانیہ۔ مت کرو ایسی باتیں بلکہ کچھ بھی نہ کہو۔ مجھے اس یقین کے ساتھ اسے تلاش کرنے دو کہ وہ یہیں کہیں ہے۔ میرے بہت نزدیک۔"

"تم بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہو کچھ دیر ہوٹل چل کے آرام کر لو شام کو دوبارہ نکلیں گے۔" وہ مجھے بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔ میں نہیں تھکا نہ کبھی تھکوں گا۔" میں نے صاف جواب دے دیا۔

"تم چلی جاؤ۔"

"سعد۔ اسپتال' ہاسٹل' ہوٹل' آرٹ گیلریز ہر جگہ تلاش کریں گے ہم اسے۔ مگر۔"

"مگر کیا؟"

"مجھے لگتا ہے سعد۔ وہ خود ہی نہیں چاہتی کہ ہم کبھی اس تک پہنچ سکیں۔ جو کھو جاتے ہیں نا ان کو ڈھونڈنا آسان ہوتا ہے' مگر جو چھپ رہا ہو اس کو تلاش کرنا مشکل۔"

"ابھی بہت سی دنیا باقی ہے تانیہ! جہاں میں نے اسے تلاش نہیں کیا۔ تم اگر تھک گئی ہو یا تنگ آگئی ہو تو واپس جا سکتی ہو میرا دل مجھے ہار نہیں ماننے دے گا۔" میں نے رکھائی سے کہہ دیا۔

"سعد۔ جیسے تم اسے تلاش کرنا نہیں چھوڑ سکتے ایسے ہی میں تمہارا ساتھ دینا نہیں چھوڑ سکتی۔ تمہاری مجبوری تمہارا دل ہے تو ایک کمینہ سا دل میرے پاس بھی ہے۔" وہ مسکرائی۔

"یہ دل ہوتا ہی کیوں ہے تانیہ۔ جھوٹ بولتے ہیں لوگ کہ جینے کے لیے دل کا ہونا ضروری ہے۔ بکواس۔" میں تلخ ہو گیا۔

"دل نہ ہوتا تو زیادہ کھل کے جیتے لوگ یہ دل ہی تو مرواتا ہے۔ قسم سے یہ دل نہ ہوتا تو جوان موتیں نہ ہوتیں۔"

☼ ☼ ☼

سلمیٰ نے دربار کے سامنے منت کا دیا جلاتے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود بھیجتے ہوئے درخواست کی۔

"پیر جی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میری ہانی بی بی کی عرضی اوپر رب سوہنے تک جلدی سے پہنچا دو۔ آپ کی بزرگی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ہی رب ان کی سن لے۔" اور پھر

چادر کے پلو سے آنسو پونچھتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼
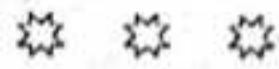
"یہاں کیوں آئے ہیں؟" ثانیہ میرے لاکھ منع کرنے پہ بھی میرے ساتھ ساتھ تھی۔ یہاں.... داتا دربار میں بھی۔

"دعا مانگنے؟"

"پتا ہیں کچھ عرصہ پہلے میں یہاں دعائیں مانگنے ہی آتا تھا پھر میں نے اللہ سے ڈائریکٹ ڈیلنگ شروع کردی۔ مجھے لگا جتنی شدت اور طلب میری دعا میں ہوگی وہ کسی اور کی دعا میں نہیں۔" میں رک کر اسی چوڑیاں بیچنے والی عورت کو دیکھنے لگا جس سے ایک بار ہانی کی فرمائش پہ منت کے کالے کڑے لیے تھے۔

"تو پھر کیوں آئے ہو؟" وہ تھکن اور بھوک سے نڈھال لگ رہی تھی۔

"کہا نا پتا نہیں۔" مجھے اب اس کے ساتھ سے کوفت اور جھنجلاہٹ ہو رہی تھی میں اکیلا رہنا چاہتا تھا۔ اور وہ ایسی ڈھیٹ کہ اس جھنجلاہٹ اور کوفت کے میرے لہجے اور ہر انداز سے چھلک جانے کے باوجود بھی میرا ساتھ چھوڑنے پہ تیار نہیں تھی۔ اور اوپر سے سوال پہ سوال۔

"نہیں دعا مانگ کے دیکھوں؟" میں نے اس بار اس کے سوال کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔ ایک جلتے ہوئے دیے کے سامنے رک گیا۔ جس کی لو تیز ہوا سے پھڑپھڑا رہی تھی۔ اپنے ہاتھوں کی اوٹ بنا کے میں نے اس کی لو کو بجھنے سے بچانا چاہا۔

"اب یہ کیا کر رہے ہو؟"

"پتا نہیں کس نے رکھا ہوگا یہاں، منت کا دیا ہوتا ہے کسی نے مراد مانگی ہوگی، ہوا سے بجھ گیا تو...."

"تو کیا؟ دعا قبول نہیں ہوگی؟"

"نہیں ثانیہ دعا قبول کرنا یا نہ کرنا تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے مگر کوئی نہیں جانتا اس کی دعا کب قبول ہوگی کب اس کی مراد پوری ہوگی میں صرف اس لیے اس دیے کو بجھنے سے بچانا چاہ رہا ہوں کہ بجھا ہوا دیا دیکھ کے منت ماننے والا مایوس نہ ہو جائے اسے یہ نہ لگے کہ اس کا دعا رد ہوگئی ہے مایوسی کیا ہوتی ہے یہ مجھ سے زیادہ کون جا سکتا ہے۔" ثانیہ دکھ بھری نظروں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اذان کی آواز پہ اپنا سر ڈھانپتے ہوئے اس نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

"یا اللہ.... میں تم سے اپنے لیے کچھ نہیں مانگتی.... مگر سعد کے لیے ہانی کو مانگ رہی ہوں.... دے کیوں نہیں دیتے اسے؟"

☼ ☼ ☼

"یا اللہ...." عصر کی نماز کے بعد ام ہانی جائے نماز پہ دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے بیٹھی تھی۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے اللہ.... کہ میں کچھ غلط کر رہی ہوں یا انجانے میں کسی کو دکھ دے رہی ہوں تو .... تو جانتا ہے میری نیت کو میں تو بہت سوں کو دکھ سے بچانے کے لیے ایسا کر رہی ہوں پھر دل پہ یہ بوجھ کیسا؟ دل پہ بوجھ تو کسی گناہ یا کسی جرم کے بعد ہوتا ہے کیا انجانے میں مجھ سے واقعی کوئی جرم یا کوتاہی ہو رہی ہے میری رہنمائی فرما مولا۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو میری غلطی سدھار میں نے اب سب کچھ تجھے سونپا جو ہوگا جیسا بھی ہوگا میں اسے تیری رضا سمجھ کے قبول کرلوں گی۔" یہ دعا مانگنے کے بعد عرصے بعد اسے اپنا آپ ہلکا ہلکا محسوس ہوا۔

☼ ☼ ☼

"میرے پیچھے نہ آؤ ثانیہ۔" اب میں سچ مچ چڑ گیا تھا۔ بلکہ باقاعدہ تپ رہا تھا اس پہ۔

"لیکن سعد.... میں تو...." میری تیز رفتاری کا ساتھ دینے کی کوشش میں چلتے چلتے اس کی سانس پھول رہی تھی۔ میں یک دم سے پیچھے مڑا اور دھاڑ کے کہا۔

"کہا نا جاؤ آج میں کچھ ٹھان کے نکلا ہوں.... آر.... یا پار...."

"کیا مطلب؟" وہ بدحواس سی ہوگئی۔

"آج یا تو وہ مجھے ملے گی یا میں خود بھی کسی کو نہیں ملوں گا۔ میں بھی کھو جاؤں گا اس کی طرح۔"

"سعد۔" اس نے مجھے سمجھانا چاہا۔
"پھر سے وہی فضول باتیں۔ تم باز آؤ گے یا نہیں؟"
"اور تم میرا سایہ بننے سے باز آؤ گی یا نہیں؟ پلیز تانیہ۔" میں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔
"یہ میری تلاش ہے میرا جنون ہے۔" اس کی آنکھوں کے آنسو دیکھ کے بھی میں بے رحم الفاظ میں کہتا گیا۔ بلکہ باقاعدہ دھمکانے لگا اسے۔
"تم واپس چلی جاؤ ورنہ ماری جاؤ گی۔۔۔ بے موت۔"
"مر تو میں کب کی گئی تھی سعد۔" وہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرائی۔
"تم پہ۔" اس نے میرے شانے پہ اپنا بیگ شرارتاً "مارا۔ بالکل میری جبری مسکراہٹ کے جیسی اس کی یہ جبری شرارت مجھے اور بوجھل کر گئی۔
"جاؤ۔۔۔ نہیں آتی میں بس تمہارا انتظار کروں گی۔ صرف تمہارا نہیں تمہارا اور ہانی کا۔۔۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔" اس نے جلدی سے پلکوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے آنسوؤں کو روکا اپنی ہتھیلی سے آنکھوں کو رگڑتے ہوئے۔
"اور خبردار جو اکیلے لوٹے۔" میں اس سے وعدہ تک نہ کر سکا۔ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ اور آگے بڑھ گیا۔
لیکن کچھ ہی دیر بعد میرے قدموں کی رفتار سست پڑ گئی میں نے مڑ کے دیکھا وہ واپس جا رہی تھی۔ بالکل ایسے ہی سست قدموں کے ساتھ۔ میں نے ایک لمبی سانس بھر کے رخ بدلا اور سامنے دیکھا۔ مصروف ترین شہر کی مصروف ترین شاہراہ لوگوں کا جم غفیر۔
"کہاں تلاش کروں میں تمہیں ہنی۔" ہانیہ کے سامنے بڑے جوش سے اسے تلاش کرنے کا دعوا تو کر چکا تھا مگر اب پاؤں تھے کہ جیسے شل ہو رہے تھے بالکل دل و دماغ کی طرح۔ میں بے بسی سے چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کہاں سے شروعات کروں۔ پھر بلا مقصد ہی اس پارک میں گھس گیا جہاں پہلے بھی ستانے کے لیے تانیہ کے ہمراہ آیا تھا۔ غائب دماغی کی

کیفیت میں وہاں بیٹھا میں سامنے تکے جارہا تھا جہاں کچھ بچے گیند سے کھیل رہے تھے تب ہی ایک گیند لڑھکتا ہوا میرے پیروں تک آیا۔ اس پہ بھی میں اپنی گم صم کیفیت سے باہر نہ نکل سکا اور تب بھی نہیں جب ایک بچہ بھاگتے ہوئے میرے پاس رکی اس گیند کو اٹھانے آیا۔ ہاں مگر جب مجھ سے ایک فٹ کے فاصلے پر وہ بچہ بھاگتے بھاگتے گر گیا تو میں بری طرح چونکا اور اٹھ کے اس بچے کو سنبھالا دیا۔ اس کے کپڑے جھاڑ رہا تھا جب ایک عورت چادر میں لپٹی چار پانچ ماہ کے بچے کو گود میں اٹھائے وہاں آئی۔

"ہاں صدقے میرا کاکا۔" وہ اپنے بچے کا سر منہ چوم رہی تھی۔ اور میں حیرت سے اسے دیکھتا پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا اور پھر میں پہچان گیا۔ وہ سلمیٰ تھی... بلاشبہ...

"سلمیٰ؟" میرے پکارنے پر اس نے اپنا دھیان بچے سے ہٹا کے مجھ پر دیا حیرت اور آشنائی کی جھلک اس کی آنکھوں میں بھی تھی۔

"تم سلمیٰ ہی ہو نا؟" میں نے تصدیق چاہی۔

"ہائے اللہ... سعد صاحب آپ؟" اس کے لہجے میں بے ساختہ سی خوشی ہوئی۔

"تو یہ تینوں بچے تمہارے ہیں...؟" میں نے ذرا ذرا سے وقفے والے۔ ان تینوں بچوں کو دیکھا... ایک وہ جو گیند اٹھانے آیا... اور گر گیا تھا... اور منہ بسورتا اپنے مٹی سے بھرے ہاتھوں سے آنسو صاف کر رہا تھا۔ دوسرا سلمیٰ کی انگلی تھامے لالی پاپ چوستا اور تیسرا گود میں...

"ان چار ہی سالوں میں صرف تین بچے..." میں نے اسی جبری مسکراہٹ کا سہارا لیا۔ وہ شرما سی گئی۔

"آپ کی دعائیں ہیں صاحب..."

"کیوں مجھ پہ مدعا ڈال رہی ہو... میں نے ایسی کوئی بے ڈھنگی دعائیں نہیں مانگیں اور وہ تمہارے بانسری والے کا کیا حال ہے۔"

"ٹھیک ہے جی... اور آپ کی ہی دعائیں ہیں سعد صاحب... آپ اس دن میری مدد نہ کرتے تو پتا نہیں میری زندگی کیسی ہوتی' کہاں ہوتی میں... اور کہاں ہو تا خدا بخش... یہ سب جو آج میرے پاس ہے آپ کی وجہ سے ہے... نہ کسی کی غلامی... نہ چاکری... نہ زبردستی کا کوئی رشتہ... اللہ کے کرم سے گھر ہے چھوٹا سا... کمانے والا... محبت اور عزت کرنے والا شوہر ہے... یہ بچے ہیں۔" میں نے شفقت سے لالی پاپ چوستے بچے سے نام پوچھنا چاہا۔ محض سلمیٰ کی بے تکان چلتی زبان کو روکنے کے لیے...

"نام کیا ہے تمہارا؟" مگر جواب گر کے اٹھنے والے بچے نے دیا۔

"یہ ناصر ہے... میرا نام احمد ہے... اور یہ ہمارا سب سے چھوٹا بھائی... سعد..." میں چونکا... اور پھر مسکرا دیا۔

"ارے واہ... یہ بھی سعد..."

"ہاں جی... ہانی باجی نے رکھا تھا اس کا نام۔" بچہ بے تکلف تھا... اور ماں کی طرح باتیں کرنے کا شوقین... اس کی بات نے میرے ذہن میں جھکڑ چلا دیے۔

"ہانی نے...؟" میں نے تعجب سے سلمیٰ کو دیکھا جو بوکھلائی ہوئی سی اب بچوں کو ہانکتے ہوئے آگے لے جا رہی تھی۔

"چلو چلو... شام ہو گئی ہے... تمہارے ابا آگئے ہوں گے گیٹ پر... نکلو۔"

"رکو سلمیٰ..." مگر میرے پکارنے پہ بھی وہ نہ رکی۔ یوں ہی تیز تیز چلتے... بنا مڑے کہنے لگی۔

"اچھا سعد صاحب... خدا حافظ... دیر ہو رہی ہے ہمیں..." مگر میں ایسے کیسے جانے دیتا۔ آگے بڑھ کے میں نے اس کا راستہ روکا... اور اس کے گود کے بچے کو غور سے دیکھنے لگا۔ وہ مزید گھبرا گئی۔

"یہ بچہ! سلمیٰ... یہ بچہ... کتنی عمر ہو گی اس کی؟ تین' چار یا پانچ مہینے...؟"

"صاحب... وہ...؟" سلمیٰ سہم کے گھگیانے لگی۔

"لاری نکل جائے گی صاحب..." مگر میں اس کی

بات پہ توجہ دیے بنا سوال کرتا رہا۔
"اور ہاں پچھلے پانچ مہینے سے ہی لاپتا ہے... اگر اس نے بچے کا نام رکھا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ..." وہ سٹپٹا کے کتراتے ہوئے ایک جانب سے نکلنے لگی، تو میں نے اس کے بڑے بچے کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ بے بس سی ہو کے رک گئی۔
"سلمیٰ..." اب میرا لہجہ سخت ہوا۔
"تم جانتی ہو کہ ہنی کہاں ہے اور تم ٹھیک کہہ رہی تھی... کہ تمہارے پاس جو بھی ہے... وہ میرے دعاؤں کی بدولت ملا ہے تمہیں... ہنی کے لیے ہی تو دعائیں کی تھی میں نے... کہ وہ مل جائے اور وہ تمہیں مل گئی۔"
"پتا نہیں... آپ... کیا باتیں کر رہے ہیں سعد صاحب... چھوڑیں میرے بچے کو... ہم نے لاری اڈے وقت پہ پہنچنا ہے... یہ لاری نکل گئی تو دوسری آدھی رات کو ملے گی۔"
"ہاں... اور ہانی باجی رات کو اکیلے کیسے رہے گی۔ انہیں ڈر لگے گا۔" بچہ بھی مجھ سے انگلی چھڑوانے کے زور لگانے لگا اور وہ بات کہہ گیا جس کے بعد سلمیٰ کے پاس سوائے ہار ماننے کے اور کچھ نہ تھا۔ میں نے جتاتی نظروں سے اسے دیکھا... تو وہ پسپا لہجے میں بتانے لگی۔
"کیا کروں سعد صاحب... بی بی نے منع کیا تھا... قسم دی تھی۔"
"تم نے اپنی قسم نہیں توڑی سلمیٰ... اس بچے نے بتائی ہے حقیقت... بس تم اب مجھے اس کے پاس لے چلو... کہاں ہے وہ...؟" میں نے اس کی منت کی۔
"مگر سعد صاحب..." وہ اب بھی ہچکچا رہی تھی۔
سلمیٰ... تمہیں اس کی ناراضی کی زیادہ پروا ہے یا اس بات کی... کہ وہ خوش رہے؟ کیا چاہتی ہو تم... کہ وہ یوں ہی دربدر رہے... کبھی گھر واپس نہ جائے۔"
"کیوں نہیں چاہتی صاحب..." وہ رو پڑی۔
"میں تو انہیں اتنا سمجھاتی ہوں کہ ضد چھوڑ دیں... مگر وہ کہتی ہیں کہ وہ آپ کی خوشیوں کی راہ میں نہیں آنا چاہتیں۔"

"بدھو..." میں بے ارادہ کہہ گیا۔
"ہمیشہ مجھے بدھو کہنے والی خود کتنی بدھو نکلی... یہ تک نہیں جانتی... کہ میری خوشیوں کی ہر راہ اس تک پہنچ کے ختم ہو جاتی ہے... مجھے اس کے پاس لے چلو سلمیٰ..."

وہ دوپٹا اوڑھتی دروازے تک جانے لگی اور جاتے جاتے تاکید کرنا نہ بھولی۔
"سبق یاد کرو تم سب اپنا اپنا..." اور جیسے ہی دروازہ کھولا سامنے سعد کو دیکھ کے وہ بت بن کے رہ گئی۔ کتنی ہی دیر دونوں کچھ بھی نہ بول پائے۔

☼ ☼ ☼

تانیہ ہوٹل کے روم میں اکیلی گلاس ونڈو سے چپکی باہر رواں دواں ٹریفک کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر فون اٹھایا... سعد کو کال کرنے کے لیے... مگر پھر ارادہ ترک کرتے ہوئے واپس رکھ دیا۔ ویسے بھی سعد نے اس کی پچھلی تین کالیں بھی ریسیو نہیں کی تھیں۔ مگر عجیب بات تھی۔ تانیہ کو نہ تشویش ہو رہی تھی نہ فکر... کوئی دھڑکا نہ تھا۔ ایک کمال کا سکون سا اترا ہوا تھا رگ رگ میں... جیسے کچھ اچھا ہونے جا رہا تھا۔ جیسے وہ جو دعا کر کے گیا ہے' اسے پورا کر کے لوٹے گا۔

☼ ☼ ☼

رات ہو گئی تھی... مگر سلمیٰ نہ لوٹی تھی۔ پڑوس والوں نے ہانی کی تنہائی کے خیال سے اپنے بچے اس کے پاس بھجوا دیے تھے۔ وہی بچے تھے جو اس کے اسکول بھی آتے تھے۔ اس لیے وہ ان کو ہوم ورک کرانے اور اگلے دن کا سبق پڑھانے میں ہی وقت کاٹ رہی تھی۔
"دل سے کچھ مانگا جائے... تو اللہ کبھی مایوس نہیں کرتا۔" اس نے ایک سطر پہ انگلی پھیر کے پڑھتے ہوئے اپنے شاگرد کو سنایا۔ تب ہی دروازے پہ دستک ہوئی۔
"ارے اس وقت کون آگیا؟" وہ چونکی۔
"مس جی... خالہ سلمیٰ ہوں گی۔"
"نہیں... وہ یوں دستک نہیں دیتی۔"
"میں دیکھتا ہوں۔" ایک اور بچہ تھا... مگر ہانی نے روک دیا۔
"نہیں... تم بیٹھو... میں دیکھتی ہوں... شاید تم لوگوں میں سے کسی کے گھر والے بلانے آئے ہوں۔"

"رضوان... رضوان..." نائلہ خوشی سے بے حال انہیں جھنجوڑ کے جگا رہی تھی۔
"اٹھیں رضوان..."
"کیا ہوا...؟ خیریت...؟" وہ نیند سے جاگنے کی وجہ سے بوکھلائے ہوئے تھے۔
"ہاں... سب خیریت... اللہ کا کرم... سعد کا فون آیا تھا..."
"ہانی مل گئی؟" انہوں نے خوشی سے کپکپاتی آواز میں پوچھا۔
"ہاں..." وہ بھی شکرانے کے آنسوؤں پہ قابو نہ پا سکیں۔
"لا رہا ہے وہ اسے... کچھ ہی دیر میں..."

☼ ☼ ☼

"تمہیں کیا لگتا ہے ہنی... دور چلی جاؤ گی تو میں بھول جاؤں گا تمہیں...؟" میں نے اس سے شکوہ کیا۔
"کیا تم نہیں جانتیں ہنی... کہ فاصلے بڑھ جائیں تو جنون اور بھی بڑھ جاتا ہے۔" اس نے نظر جھکا لی اور ان جھکی پلکوں سے آنسو پر بند توڑ کے بہہ نکلے۔
"اور تمہیں یہ بھی لگا... کہ میں تمہیں ڈھونڈ نہیں سکوں گا۔ دنیا اتنی بڑی نہیں ہے ہنی... کہ تمہیں مجھ سے چھپا سکے۔"
"سعد..." بمشکل وہ کہنے کی ہمت کر پائی۔
"وہ... تانیہ..."
"ڈھونڈتی رہی ہے وہ بھی تمہیں... میرے ساتھ... ہر لمحہ... ہر قدم... اور تمہارا انتظار کر رہی ہے... اس نے تاکید کی تھی کہ میں اکیلا نہ لوٹوں... چلو ہنی..." میں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور اس نے بنا

کسی ہچکچاہٹ کے تھام لیا۔

✡ ✡ ✡

اور ٹھیک ایک ہی ہفتے بعد وہ دلہن بنی میرے پہلو میں کھڑی تھی۔ میں اسے لیے کھنڈر گیا تھا۔ نکاح کے بعد فورا"... کیونکہ تانیہ جیسی سرپھری لڑکی کو ہماری شادی کا تحفہ دینے کے لیے وہی ایک جگہ مناسب لگی تھی اور اس وقت وہ کھنڈر کی دیوار پہ اس کونے میں میرا اور ہنی کا نام لکھ رہی تھی... جو خالی کونا ڈھونڈا بھی اسی نے تھا۔

"ہمیشہ تم دونوں لکھتے ہو آج میں نے لکھ دیا... وہ بھی آخری بار... اور خبردار جو اس کے بعد دونوں دور ہوئے ایک دوسرے سے... یوں بھی اب یہاں کسی دیوار پہ کوئی اور جگہ باقی نہیں بچی..."

"تو یہ دکھانے کے لیے تم ہمیں شادی کی تقریب سے سیدھا یہاں لے آئی۔"

میں نے اسے گھورا۔

"اور وہ تحفے کا بہانہ تھا سب..."

"ارے... یہ ہی تو ہے وہ تحفہ..." وہ کھلکھلائی۔

"کنجوس..." میں بھی ہنس دیا۔

"نہیں سعد... جو تانیہ نے دیا ہے وہ تو کوئی بھی کسی کو نہیں دے سکتا۔" ہنی کی بات پہ میں نے اس کی کمر کے گرد بازو حائل کرکے اسے خود سے نزدیک کرلیا۔

"پرفیکٹ پوز..." تانیہ اپنا فون نکالنے لگی۔

"اب ہلنا مت دونوں... تصویر لینے دو مجھے..." اور تصویر کھینچنے کے بعد جلدی جلدی فون بیگ میں رکھتے ہوئے بولی۔

"میری فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے اور شاید تم دونوں کی بھی برداشت کی حد اب ختم ہو رہی ہے۔ اس لیے اس ہڈی کا اب کباب سے نکل جانا ہی بہتر ہے۔" وہ آگے بڑھی۔ ہانی کو محبت سے گلے لگایا۔ دونوں کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں اور نہ جانے تانیہ مجھے دیکھنے سے کترا کیوں رہی تھی، ہانی سے ملی... مگر مجھے خدا حافظ تک نہ کہا اور جلدی سے آگے بڑھ گئی۔

✡ ✡ ✡

کھنڈر سے باہر قدم نکالتے نکالتے تانیہ نے رک کر اپنے آنسو صاف کیے۔ مڑ کے پیچھے دیکھا۔ ہانی، سعد کے کاندھے پہ سر رکھے دیوار پہ لکھے اپنے اور اس کے نام پہ محبت سے ہاتھ پھیر رہی تھی... اور سعد... اس کے چہرے پہ اس محبت کا نور پھیلا تھا جو ازل سے صرف اور صرف ام ہانی کے لیے تھا۔

"خدا حافظ سعد..." تانیہ نے زیر لب کہا اور پھر آگے بڑھی۔ چند قدم چلنے کے بعد اس نے آسمان کی جانب دیکھا۔

ستاروں سے بھرا... جگمگاتا آسمان...

اور تب ہی اس نے وہ منظر دیکھا... جس کے بارے میں صرف سن رکھا تھا۔ ایک ٹوٹتا ہوا تارا... وہ گنگ سی یہ منظر دیکھتی رہی۔ پھر ہنس پڑی۔ ایک بے بس... ہاری ہوئی ہنسی۔

"واہ... کیا ٹائمنگ ہے قدرت کی... زندگی میں پہلی بار ٹوٹا ہوا ستارا مجھے نظر بھی آیا... تو تب... جب مانگنے کے لیے میرے پاس کچھ رہا ہی نہیں۔"

✡ ✡